بِگ بین تھیوری (میرے مطابق)

از سکندر نقوی نقشبندی

یہ بات ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہیئے کہ کوئی کام خود بخود نہیں ہوتا، ہر کام کا ایک کرنے والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا، کوئی نہ کوئی چیز یا طاقت ہوتی ہے جو اس کو ہلنے پر مجبور کرتی ہے مثلاً ہوا وغیرہ۔ یہ بات ایک عام ذہن بھی اچھی طرح جانتا ہے مگر پھر بھی بہت سے معاملات، واقعات، حرکات و سکنات ایسی ہوتی ہیں جو ہماری سمجھ سے باہر ہوتی ہیں تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ خود بخود ہو گیا۔ جس جگہ ہماری عقل کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے وہاں ہم جسے خود بخود ہونا کہہ رہے ہوتے ہیں وہ دراصل ایک ایسی طاقت کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آ رہی ہوتی ہے اور نہ سمجھ آ رہی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ہم اسے نیچر یا قدرت کہہ دیتے ہیں۔ یہ تمام اشارے ہم لاشعوری طور پر اس ذات کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں جو ہر شے کا خالق ہے۔ چاہے ہمارا ایمان ہو یا نہ ہو، ایمان کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں لیکن وہ ذات صرف اور صرف **اللہ** کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ یٰس میں فرماتا ہے۔ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُون O (آیت۔82)

(وہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ تخلیق کا کام دو طرح سے کرتا ہے۔ ایک " امر " سے اور دوسرا " خلق " سے۔ امر سے جو کام ہوتا ہے وہ " کن " کہہ دینے سے ہو جاتا ہے اور " خلق " سے جو کام ہوتا ہے وہ بتدریج مکمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت " کن " سے ایک نور کا گولا تخلیق کیا جو دھویں یا مرغولے کی شکل میں تھا۔ جیسے جیسے اس کی حدت کم ہوتی گئی وہ ایک مادہ کی شکل اختیار کرتا گیا اور ہمارے نظامِ شمسی میں داخل ہو گیا۔ دوسرے سیاروں کی طرح اس نے بھی سورج کے گرد اپنا سفر شروع کر دیا۔ اس سیارے کو ہم ''زمین یا دنیا'' کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اسی طرح سے ایک اور سیارہ ہمارے نظامِ شمسی میں داخل ہوا جو کہ جسامت میں زمین سے کافی چھوٹا تھا۔ وہ زمین کی مقناطیسی طاقت کی وجہ سے رفتہ رفتہ زمین کے قریب ہوتا چلا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہ زوردار دھاکے کے ساتھ زمین سے ٹکرا گیا۔ وہ اس طرح ٹکرایا جیسے ایک گیند دوسری گیند سے ٹکراتی ہے۔ وہ سیارہ جسامت میں زمین کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ کے بے شمار ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور وہ ٹکڑے اچھل کے زمین سے بہت دور تک چلے گئے مگر زمین کی مقناطیسی حدود سے باہر نہیں نکل سکے اور زمین کے گرد چکر لگانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ ٹکڑے کششِ ثقل کی وجہ سے زمیں پر آ آ کر گرنے لگے۔

جس جگہ وہ چھوٹا سیارہ ٹکرایا تھا وہ جگہ اس سیارہ کے قطر کے سائز کے مطابق تھوڑی سی پچک گئی اور ایک پیالہ نما جگہ بن گئی۔ اس ٹکر کی وجہ سے زمین میں تین تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک تو وہ تھرانے (Vibration) لگی اور دوسرے اس کے اندر بڑے بڑے کریک (Creaks) پڑ گئے۔ تیسرا یہ کہ اس میں مادہ کے چار عناصر بن گئے، آگ، مٹی، پانی، اور ہوا۔ زمین کے اندر اس کی بنیادی خصوصیت وہ حدت اور آگ

تھی جو کہ ابھی پوری طرح ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی، جو مادہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے سے بنا وہ مٹی کی شکل اختیار کر گیا۔ جیسے کسی انار پر کوئی چیز ماری جائے تو اس کا رس بہہ نکلتا ہے۔ اسی طرح زمین کے اندر پانی کے چشمے، نہریں، دریا اور سمندر بن گئے اور کچھ گیسس (Gases) بھی بنیں جو کہ مل کر ہوا کی شکل اختیار کر گئیں۔ ان چار عناصر کے بننے سے زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

ٹکرانے والے سیارے کے جو ٹکڑے ٹوٹ کر زمین کے گرد چکر لگانے لگے تھے وہ رفتہ رفتہ زمین پر آ کر گرتے رہے اور زمین پر بہت بڑے بڑے پہاڑ بن گئے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ زمین کی تھرتھراہٹ (Viberation) ختم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِلَى السَّمَاء كَيْفَ رُفِعَتْ (18)وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (19)وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (20)

(سورۃ الغاشیہ)

اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ کیسا بلند کیا گیا ہے؟ ۱۸۔ اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کئے گئے ہیں۔ ۱۹۔ اور زمین کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہے۔ ۲۰

وہ جگہ جو سیارے کے ٹکرانے کی وجہ سے پیالے کی شکل اختیار کر گئی تھی وہ مکّہ کی وادی ہے۔ اس جگہ سیارہ ٹکرانے کی وجہ سے زمین اس قدر سخت (Compect) ہو گئی کہ یہ پوری دنیا کی سب سے سخت زمین ہو گئی اور ایسی سخت ہوئی کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں سال گزرنے کے باوجود اور بہت کوششوں کے کے باوجود بہت مشکل سے گھاس اور ہریالی پیدا ہوتی ہے۔ سیارہ ٹکرانے کی وجہ سے جو زمین پیالے کی شکل بن گئی اس کے باہر کی جگہ پہاڑوں کی طرح سے ہو گئی۔ اسی وادی سے متصل پہاڑ جس کا نام جبلِ ابوقبیس ہے اس پر سے اس سیارے کا وہ ٹکڑا جو جل کر کوئلہ بن گیا تھا مل گیا جو بہت اہمیت کا حامل تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور پھر ان کو اس دنیا میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک گھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا جائے۔ جس طرح کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے گرد چکر لگا رہی ہے اسی طرح انسان بھی اللہ سے منصوب کئے ہوئے گھر کے گرد چکر لگائے اور اس کی کبریائی بیان کرے اور اپنی بندگی کا ثبوت دے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی جگہ کی نشاندہی کی اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر شروع کر دی جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ جس جگہ سے اس گھر کا طواف شروع کرنا ہے اس جگہ کے نشان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے حکم سے وہ پتھر جو جبل ابوقبیس پر پڑا تھا اور دوسرے سیارے کا پتھر تھا اٹھا کر لے آئے۔ پتھر اب ٹھنڈا ہو چکا تھا اور اس پتھر کو ڈھونڈنے میں کوئی مشکل بھی پیش نہیں آئی کیونکہ وہ باقی پتھروں سے بالکل مختلف تھا۔ آپؑ نے اسے نشاندہی کی ہوئی جگہ پر نصب کر دیا جو اب ''حجرِ اسود'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

جشنِ ولادتِ رسولِ کریم ﷺ

سکندر نقشبندی

دین اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ دوسرے تمام مذاہب اپنے پیروکاروں کو عبادات کے چند مخصوص طریقوں اور الفاظ کا ذکر بتاتے ہیں۔ باقی زندگی کے دوسرے تمام امور میں ان کو اپنے مذہب کے حوالے سے کوئی ہدایت یا راہنمائی نہیں ملتی اس لئے جب بھی زندگی کے کسی معاملے میں انہیں ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ خود اس کے اصول وضوابط بنا لیتے ہیں۔ لیکن اسلام کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ یہ دین فطرت ہے۔ انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس لئے وہ اس کی تمام ضروریات کا علم رکھتا ہے۔ انسان کی راہنمائی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کی ہمیں دین نے ہدایت یا راہنمائی مہیا نہ کی گئی ہو۔ رسول کریم آخرالزماں ﷺ نے دنیا میں تشریف لا کر دین کو مکمل کیا اور اس کے ساتھ انسانیت کو بھی مکمل کر دیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس میں انسانوں کی راہ نمائی نہ کی گئی ہو اور اس کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ آپ ﷺ نے دعوے سے کہا کہ میں نے آج دین مکمل کر دیا۔ یہ بات صرف آپ ﷺ ہی نہیں فرما رہے تھے بلکہ اللہ کہہ رہا تھا۔

جہاں تک آپ ﷺ کی پیدائش کا جشن یا یاد منانے کا تعلق ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرونِ ثلاثہ میں جو کہ تقریباً ڈھائی سو سال کا عرصہ بنتا ہے صرف ایک شخص نے آپ کی پیدائش کی خوشی منائی تھی ۔ وہ شخص آپ ﷺ کا چچا ابولہب تھا۔ اس نے تمام قریش کے لوگوں کی دعوت کی تھی اور وہ کنیز جس نے اسے ان کے مرحوم بھائی کے بیٹے کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تھی خوش ہو کر اسے اسی وقت آزاد کر دیا تھا۔ یہ وہ واحد شخص ہے جس کی مذمت میں قرآن میں ایک مکمل سورۃ انتہائی سخت الفاظ میں نازل ہوئی جس کی مثال پورے قرآن میں نہیں ملتی۔ پورے قرآن میں یہ واحد مثال ہے کہ کسی کی مذمت اس کا نام لے کر کی گئی ہے۔ اس نے پیدائش کا جشن تو منایا تھا لیکن آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان نہیں لایا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ نے ازلی ہدایت کا پیغام پیش کیا تو سب سے پہلا شخص یہی تھا جس نے نہ رشتہ داری کا پاس کیا اور نہ آپ ﷺ کی عظمت اور مقام کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ آپ کے بدترین دشمنوں میں سے ہو گیا اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

قرونِ ثلاثہ اسے کہتے ہیں جس زمانے کو رسول اللہ ﷺ نے بہترین زمانہ کہا، یعنی اپنا اور صحابہ کا، تابعین اور تبع تابعین کا دور (متفق علیہ)۔ دین جیسے جیسے پھیلا تو نئے نئے مسائل پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے زمانے کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جنہوں نے قرآن اور سنت کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا۔ کسی بھی بات کی مختلف لوگ تشریح کریں تو انداز اور الفاظ کا فرق ہو جاتا ہے اور اگر تشریح صحیح ہو تو اصولی بات تبدیل نہیں ہوتی۔ اسی طرح شریعت کی تشریح کرتے ہوئے چار موقف سامنے آئے۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ۔ ان چاروں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ دوسرا طبقہ گمراہ یا کافر ہے۔ یہ چاروں طبقوں کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے۔ ان چاروں طبقوں نے آپ کی پیدائش یا ربیع الاول کے کوئی علیحدہ سے اعمال یا افعال کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ ان کے علاوہ ایک اور طبقہ ظاہر ہوا جو باطنی امور کو بہت اہمیت دیتا تھا جن کو بعد میں اہل تصوف کہا گیا۔ ان کا تو دین ہی عشق رسول ﷺ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کو اجاگر کرنے کے لئے بہت سے اذکار اور اوراد

بتائے اوران کوخود بھی کر کے دکھایا جس میں کثرت درود بھی شامل ہے۔ لیکن ان کی زندگیوں میں بھی پیدائش کا جشن منانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو باتھ روم میں داخل ہونے اور نکلنے تک کے آداب سکھا دئے لیکن ایسا کوئی عمل نہیں سکھایا کہ آپ ﷺ کی پیدائش کو کیسے منایا جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں جب اسلامی کیلنڈر بنانے کی بات آئی تو آپ ؓ کو مشورہ دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کر دیا جائے۔ لیکن انہوں نے اسے اہمیت نہ دیتے ہوئے اُس واقعہ سے اسلامی کیلنڈر کا آغاز کیا جب بیکسی کے عالم میں آپ کو اپنے وطن سے مجبور ہو کے چھپ کر ہجرت کرنی پڑی تھی۔

سالگرہ کی رسم بد کی ایجاد فرعونوں سے ہوئی ہے اور اس کا اسلام سے کبھی بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ دراصل اس کی ایجاد اس طرح ہوئی کہ اگر دنیا میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت دنیا میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بچے پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ اس پیدا ہونے میں اس بچے کا کوئی کمال نہیں ہوتا کہ جس بات کا جشن منایا جائے۔ جب فرعونوں کے ہاں کوئی اولاد ہوتی تھی تو وہ کہتے تھے کہ یہ خدا پیدا ہوا ہے اس لئے اس کا جشن منانا تو بنتا ہے۔ اس طرح یہ ایک رسم بن گئی۔

یہ سلسلہ قرونِ ثلاثہ کے بعد جب گمراہ فرقے مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور دوسرے وہ فرقے جو آتش پرستوں اور یہود سے بہت متاثر تھے نے جنم لیا اور ان کی جڑیں مضبوط ہوئیں تو انہوں نے دین میں نئی نئی بدعات کا اجراء کیا اور ان بدعات کی برکتوں اور فضائل کا بے انتہا پروپیگنڈا کیا۔ ان گمراہ فرقوں کا وقت کے حکمرانوں نے بھی ساتھ دیا جس کی وجہ سے انہیں اپنے گمراہ کن عقائد کو پھیلانے میں بہت مدد ملی۔ کم علم اور سیدھے سادے لوگ ان کی باتوں میں آ کر اسے ہی دین سمجھنے لگے جن کا دینِ اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا اور گمراہ ہو گئے۔

اصل دین وہ ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا۔ جو چیز آپ ﷺ نے نہیں بتائی ہم اسے اپنی پسند و ناپسند کریں اور اسے ہم دین یا ثواب سمجھ کر کریں تو یہی اصل گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام امتِ مسلمہ کو ان گمراہیوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے۔ اللہ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام